کرونا جیسے مہلک امراض کے متعلق اخلاقیاتی قوانین

Ethical laws related to contagious diseases such as Coronavirus

ڈاکٹر سید باچا آغا*

ABSTRACT:
In the contemporary world, epidemics continue to have dramatic consequences. Minimizing the transmission of infectious diseases is a core function of public health law. Clearly defined legal powers are needed to respond to outbreaks of contagious and serious diseases at the national level. The appropriate exercise of legal powers will vary according to the seriousness of the Disease, the means of transmission, and how easily the disease is transmitted. Some diseases are entirely preventable by vaccination, or by access to improved sanitation and clean drinking water. Others are treatable when detected in a timely manner. In circumstances where a disease or infection is transmitted by sexual contact or other forms of human behavior that is private and difficult to monitor, the priority for governments is to create an enabling legal environment that supports those behaviors that are most successful in preventing further transmission. In this paper will be discussed about the Ethical laws related to contagious diseases in the ligh of Islamic law (Fiqah).

Keywords: Coronavirus, contagious diseases, consequences, Ethics, Islamic law.

اطباء نے مرض کو متعدی اور غیر متعدی میں تقسیم کیا ہے، یعنی بعض امراض وہ ہیں جو کثرت اختلاط سے دوسروں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور بعض امراض وہ ہیں جو دوسروں تک منتقل نہیں ہوتے ہیں، ایسی بیماریوں کی تعداد کثرت سے پائی جاتی ہیں قرآن مجید نے امراض کے متعدی ہونے اور نہ ہونے کی بابت صراحت کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی ہے البتہ طاعون کو عذاب الٰہی رجز سے تعبیر کیا گیا ہے، اس سے ایک درجہ میں اس کے متعدی ہونے کا اشارہ اخذ کیا جا سکتا ہے، جبکہ احادیث دو طرح کی ملتی ہیں، ایک وہ حدیث جو مرض کے غیر متعدی ہونے پر دال ہے جیسے "لاعدوی ولا طیرۃ"[1]، اور دوسری حدیث مرض کے متعدی ہونے کو بتاتی ہے جیسے "فرمن المجذوم ۔۔۔ الخ " ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کا محمل الگ الگ ہے۔ لاعدویٰ والی حدیث کا محمل راسخ الایمان لوگ ہیں جن کی عقیدہ میں پختگی ہو اور جن کا توکل صرف اللہ پر ہوتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جن حادثات سے دوچار ہوتا ہے وہ سب خالق کائنات پہلے ہی قلم بند کر چکا ہے، جسے ایک دن وقوع پزیر ہونا ہے۔ اور فرمن المجذوم والی حدیث کا محمل وہ لوگ ہیں جن کے عقیدہ میں پختگی نہیں اور جن کی نگاہیں اسباب پر ہوتی ہیں، تو بطلان عقیدہ سے بچنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا فرمن المجذوم۔ اور فرار کا مقصد یہ نہیں کہ آپ انہیں بلکل تنہا چھوڑ دیں، ناروا سلوک کریں اور اسے کمتر

* HOD / Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt: Postgraduate College, Saryab road, Quetta
Email: agha211179@gmail.com

سمجھیں، بلکہ کثرت اختلاط سے احتراز مقصد ہے خصوصاً وہ متعلقین جن کا عقیدہ ناقص ہو۔ بہر حال موجودہ زمانے میں تو بہت سے امراض کا متعدی ہونا نظر و خیال سے بڑھ کر مشاہدہ بن چکا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا کلام واقعہ و مشاہدہ کے خلاف نہیں ہو سکتا، اس لئے صحیح یہی ہے کہ بعض امراض جراثیم کے ذریعہ متعدی ہوتے ہیں، البتہ یہ من جملہ امراض کے ہیں، نہ بیماری کا پیدا ہونا کسی سے میل جول پر موقوف ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ بیمار شخص سے میل جول لازماً بیماری کو لے آئے۔ مسبب الاسباب ذات خداوندی ہے، بیماری کا ایک دوسرے کو لگنا خود بیماری کے بس میں نہیں کیونکہ یہ مشاہدہ رہا ہے کہ بعض دفعہ بیماری بالکل قریب رہنے والوں کو نہیں لگتی اور دور رہنے والوں پر اثر انداز ہو جاتی ہے، لہذا ان اسباب سے متاثر ہونا اور نہ ہونا بہر حال مشیت خداوندی اور قدر الٰہی کے تابع ہے۔

انتقال مرض:

مہلک یا متعدی مرض میں مبتلا مریض اگر کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اس کو لاحق مرض کسی دوسرے شخص کو منتقل ہونے کا خطرہ ہو، تو اس سلسلے میں دو قسم کے سوالات سامنے آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ کیا یہ مریض اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے دیدہ دانستہ طور پر دوسرے شخص تک اس مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے؟، دوسرا یہ کہ اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا مگر مرض اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کی باوجود اختلاط کیا۔ اب انہی سوالات کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہاء کے دلائل سمجھے جا سکتے ہیں۔

قصداً انتقال مرض:

اگر مہلک یا متعدی مرض میں مبتلا مریض عمداً دوسروں کو اپنا مرض منتقل کرے، اور یہ منتقلی اس کی موت کا سبب بن جائے تو مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایسا شخص بطور قصاص قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ زہر دینے کے حکم میں ہے اور ایسی موت موجب قصاص ہے، جیسے کہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ:

ان یسقیه سما او یطعمه شیئاً قاتلا فیموت به فهو عمد موجب للقود اذا کان مثله یقتل غالباً۔[2]

ترجمہ: زہر پلائے یا کوئی مہلک چیز کھلائے اور اس سے موت واقع ہو جائے اور اس طرح کی چیز اکثر باعث ہلاکت بن جاتی ہو، تو یہ قتل عمد تصور کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے قصاص واجب ہو گی۔

امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ:

"اگر بالغ آدمی کی ضیافت کی گئی، کھانے میں زہر ملایا گیا اور مہمان اپنی لاعلمی کی وجہ سے زہر کھا گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو اس پر دیت واجب ہو گی نہ کہ قصاص"[3]۔

اگر چہ فقہاء حنفیہ کے یہاں بعض ایسی جزئیات ملتی ہیں جن سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسموم غذا کھانے سے اگر موت

واقع ہو جائے تب بھی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں، لیکن ایسی جزئیات کی بابت سمجھنا چاہئے کہ فقہاء نے ان صورتوں کا حکم بیان کیا ہے جب خود میزبان کو بھی کھانے کے مسموم و مہلک ہونے کی اطلاع نہ ہو، ورنہ باوجود علم واطلاع اور قصد وارادہ کے ایسے شخص کو بری الذمہ قرار دینا ناقابل قیاس ہے۔ احناف کے یہاں اصول یہ ہے کہ قاتل متسبب پر دیت واجب ہوتی ہے، جیسے ابن الھمام نے فتح القدیر میں[4] اور المرغینانی نے ھدایہ میں لکھا ہے کہ:

واما القتل بسبب کحافر البیر و واضع الحجر فی غیر ملکہ وموجبہ اذا تلف فیہ آدمی الدیۃ علی العاقلۃ لانہ سبب التلف وھو متعد فیہ فانزل موقعا دافعا فوجبت الدیۃ۔[5]

ترجمہ: اور قتل سبب کے ذریعے جیسے اپنے ملک کے غیر میں کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا اور اس کا موجب جبکہ کوئی آدمی اس میں مر جائے عاقلہ پر دیت ہے اس لئے کہ یہ تلف کا سبب ہے اور قاتل اس میں متعدی ہے تو اس کو گرانے والے اور دھکیلنے والے کے درجہ میں اتار لیا جائے گا پس دیت واجب ہو گی۔

اس کے تشریح میں مولانا جمیل احمد سکروڈی لکھتے ہیں کہ:

"جیسے کسی آدمی نے ایسی زمین میں کنواں کھودا جو اس کی ملک میں نہیں ہے اور کوئی اس میں گر کر مر گیا یا اس نے ایسی ہی زمین میں پتھر رکھ دیا جس سے ٹکرا کر کوئی مر گیا تو اس میں عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ کھودنا اور پتھر رکھنا ہلاکت کا سبب ہے اور جب سبب کا مرتکب متعدی ہوتا ہے تو سبب کو علت کے درجہ میں اتار لیا جاتا ہے اور یہاں اس کی تعدی ظاہر ہے، لہذا یوں سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے خود اس کو کنویں میں ڈالا ہے اور خود ہی اس کو پتھر پر دھکیل دیا ہے لہذا دیت واجب ہو گا"۔[6]

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ:

ولو اطعم غیرہ سما فمات فان کان تناول بنفسہ فلا ضمان علی الذی اطعمہ لانہ اکلہ باختیارہ، فان اوجرہ السم فعلیہ الدیۃ عندنا۔[7]

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کسی کو زہر پیش کیا تو وہ شخص جس کو زہر پیش کیا ہے اگر خود سے پیا تو اس زہر دینے والے پر ضمان واجب نہیں ہو گا، اور اگر اس نے پلایا اس کے منہ میں ڈال کر تو اس پر دیت واجب ہو گی۔

سلیم رستم لبنانی، شرح مجلہ میں لکھتے ہیں کہ:

المتسبب لا یضمن الا بالتعمد وبالتعدیٰ۔[8]

ترجمہ: متسبب اس وقت ضامن ہوتا ہے جب کہ اس کی جانب سے تعمد اور تعدیٰ پائی جائے۔

متسبب اس کو کہتے ہیں کہ جو کسی ایسی چیز کو پیدا کرے جس سے عادۃً کسی دوسرے شئے کے تلف ہونے کا قوی امکان ہو۔ اتلاف بالتسبب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شئے کے اندر کوئی ایسی چیز پیدا کر دینا جس سے اکثر وہ چیز ختم ہو جاتی ہو اور ایسا کرنے والے شخص

کو متسبب کہتے ہیں۔ علامہ حموی مباشر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وحد المباشر ان یحمل التلف بفعله من غیر ان یخلل بین فعله والتلف فعل المختار۔[9]

ترجمہ: مباشر اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کے فعل سے ہلاکت حاصل ہوئی ہو بغیر اس کے کہ اس کے فعل اور ہلاکت کے درمیان کسی دوسرے کا فعل خلل انداز نہ ہو۔

لہٰذا اگر متعدی یا مہلک امراض میں مبتلا مریض کے اس عمل کی وجہ سے دوسرے شخص کی موت واقع ہو گئی تو اس پر دیت واجب ہو گی۔ اگر موت واقع نہ ہوئی بلکہ صحت کو شدید نقصان پہنچا تو مناسب تاوان واجب ہو گا۔ اس کے علاوہ حکومت اس کی مناسب سرزنش بھی کرے، جیسے فتاوی سراجیہ میں درج ہے کہ:

اذا سقی انساناً شراباً مسموماً فمات فعلیه التعزیر۔[10]

ترجمہ: کسی انسان کو زہرناک مشروب پلا دیا اور موت واقع ہو گئی تو اس پر تعزیر واجب ہو گی۔

بلا ارادہ انتقال مرض:

اگر متعدی یا مہلک امراض میں مبتلا مریض کا مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں تھا لیکن اس کے اثر و نتیجہ سے واقف تھا تب بھی وہ اس منتقلی کا ضامن ہو گا۔ اس لئے کہ اگر کوئی انسان کے ضرر کا باعث بنے تو اس کے اسباب و محرکات کچھ بھی ہوں نقصان کی تلافی اس کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء کے یہاں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، جیسے عالمگیری میں ذکر ہے کہ:

ولو سقط من ایدیهم آجر أو حجارة أو خشب فاصاب انسانا فقتله فانه یجب الدیة علی عاقلة من سقط ذالك من یده وعلیه الکفارة۔[11]

ترجمہ: اور اگر ہاتھوں سے پختہ اینٹ یا پتھر یا لکڑی گر گئی اور کسی انسان کو جا لگی اور اس کی موت واقع ہو جائے تو جس کے ہاتھوں وہ چیز گری ہے اس کے عاقلہ پر دیت اور خود اس پر کفارہ واجب ہو گا۔

ایک دوسری جگہ ذکر ہے کہ:

ولو وضع خشبة علی الطریق فتعقل بها رجل فهو ضامن له۔[12]

ترجمہ: اگر راستہ میں لکڑی رکھ دی اور اس سے کوئی شخص زخمی ہوا تو اس پر تعزیر واجب ہو گی۔

فتح القدیر میں درج ہے کہ:

لو وضع فی الطریق جمرا فاحترق به شیئا کان ضامناً۔[13]

ترجمہ: اگر راستہ میں چنگاری رکھ دی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو اس پر تعزیر واجب ہو گی۔

ہدایہ میں ہے کہ:

كذا اذا صب الماء في الطريق فعطب به انسان أو دابة وكذا اذا رش الماء او توضألانه متعدفيه بالحاق الضرر بالمارة۔[14]

ترجمہ: اسی طرح راستے میں پانی بہائے اور اس سے انسان یا جانور ہلاک ہو جائے یا پانی کا چھڑکاؤ کیا ہو یا وضو کیا ہو، اس لئے کہ اس میں گذرنے والوں کے ساتھ ضرر کو لاحق کرنے کی وجہ سے تعدی ہے۔

اسی طرح حاشیہ ابن عابدین میں درج ہے کہ:

ويضمن من صب الماء في الطريق ماعاطب به، وكذا اذا رشه بحيث يزلق او توضابه۔[15]

ترجمہ: اسی طرح وہ شخص ضامن ہو گا جس نے راستے میں پانی بہایا جس کی وجہ سے کوئی پھسل کر ہلاک ہو ا، اور اسی طرح اگر پانی کا چھڑکاؤ کیا ہو یا وضو کیا ہو۔

لہذا اس مسئلے میں چونکہ مجامعت کرنے والا یا خون دینے والا اپنے اس فعل کے اثر اور منفی و مضر نتیجہ سے واقف تھا، اس لئے گناہ گار بھی ہو گا۔[16]

مذکورہ بحث سے اس بات کی حقیقت واضح ہوئی کہ اگر کوئی شخص متعدی یا مہلک امراض میں مبتلا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے جس کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔

وبازدہ علاقے میں آمدورفت:

وبازدہ علاقے میں جن لوگوں کا مریض ہونا ثبوت کو پہنچ چکا ہے ان کا تو بہر حال دوسری جگہ جانا جائز نہیں ہے، البتہ صحت مند لوگوں کا اس جگہ سے باہر جانا اگر از راہ فرار نہ ہو، بلکہ کسی اور ضرورت و مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ باہر ہوں اور کسی خاص ضرورت کی بناء پر وبازدہ علاقے میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے بھی اجازت ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ:

وفي هذه الاحاديث منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فراراً من ذالك ۔اماالخروج لعارض فلاباس به وهذ الذى ذكرناه هومذهبناومذهب الجمهورقال القاضى هو قول الاكثرين۔[17]

ترجمہ: ان احادیث میں طاعون زدہ شہر میں داخلہ اور وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی اور عذر پیش آجائے اور اس کی وجہ سے نکلے تو حرج نہیں۔ یہ بات جو ہم نے ذکر کی ہے ہمارا (شوافع) اور جمہور کا مذہب ہے، اور قاضی کا بیان ہے کہ یہی اکثر حضرات کی رائے ہے۔

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے:

واتفقوا على جواز الخروج لشغل وغرض غير الفرار۔[18]

ترجمہ: (طاعون زدہ شہر سے) طاعون سے فرار کے سوا کسی اور مقصد کے تحت نکلنے کے جائز ہونے پر سب حضرات

متفق ہوئے ہیں۔

امام غزالیؒ نے فرار سے ممانعت کی جو وجہ بیان کی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نگاہوں نے مستقبل کے انکشافات کو دیکھ لیا ہو، کہتے ہیں کہ:

ان الهواء لا يضر من حيث أنه يلاقي ظاهر البدن بل من حيث دوام الاستنشاق له، فانه اذا كان فيه عفونة ووصل الى الرءةوالقلب وباطن الاحشاء أثرفيهابطول الاستنشاق فلايظهر الوباء على الظاهر الا بعد طول التأثير في الباطن، فالخروج من البلد لايخلص غالباً من الأثر الذى استحكم من قبل۔[19]

ترجمہ: ہوا جسم کے ظاہری حصہ سے لگتے ہی نقصان نہیں پہنچاتی ہے بلکہ اس وقت ضرر رساں ہوتی ہے جب کہ سانس کے ذریعے بار بار جسم کے اندر پہنچے، اگر ہوا میں عفونت ہے اور وہ بار بار دل، پھیپڑا اور آنت کے اندرونی حصہ تک پہنچ کر اثر انداز ہو جائے تو پھر بھی اس کا اثر نمایاں نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ اندرونی حصہ میں دیر تک اثر انداز رہے، لہذا کسی شہر سے نکلنا اکثر اس اثر سے خالی نہیں ہوگا جو کہ اس کے اندرونی حصہ میں جڑ پکڑ چکا ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ ": اگر کوئی شخص موت سے فرار کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی دوسری ضرورت سے دوسری جگہ چلا جائے تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں، اسی طرح اگر کسی شخص کا عقیدہ اپنی جگہ پختہ ہو کہ یہاں سے دوسری جگہ چلا جانا مجھے موت سے نجات نہیں دے سکتا، اگر میرا وقت آگیا ہے تو جہاں جاؤں گا موت لازمی ہے، اور وقت نہیں آیا تو یہاں رہنے سے بھی موت نہیں آئے گی، یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے محض آب وہوا کی تبدیلی کے لئے یہاں سے چلا جائے تو وہ بھی ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح کوئی آدمی کسی ضرورت سے اس جگہ میں داخل ہو جہاں وباء پھیلی ہوئی ہے، اور عقیدہ اس کا پختہ ہو کہ یہاں آنے سے موت نہیں آئے گی وہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے، تو ایسی حالت میں اس کے لئے وہاں جانا بھی جائز ہوگا"۔[20]

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ:" اگر طاعون زدہ شہر سے نکلنے میں خالصتاً کوئی اور مقصد ہوں، فرار بالکل پیش نظر نہ ہو مثلاً سفر کی تیاری پہلے سے کر چکا تھا کہ اتفاق سے طاعون پھوٹ پڑا اب تو اتفاق ہے کہ سفر میں کوئی قباحت نہیں، البتہ اگر سفر کا مقصد تو کچھ اور ہو لیکن ضمنی طور پر یہ خیال بھی ہو کہ اسی بہانہ اس طاعون زدہ شہر سے بھی راحت نصیب ہوگی تو اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے اس کو مباح قرار دے دیا ہے "طاعون عمواس" کے موقع سے حضرت عمرؓ کی شام کے سرحد سے واپسی کو اسی پر محمول کیا گیا ہے"[21]۔

جہاں تک وبازدہ علاقے میں کسی ضرورت کے تحت واپسی کی بات ہے تو یہ بدرجہ اولی جائز ہوگا، اس لئے کہ اب اس کی واپسی سے دوسروں کی صحت کو خطرہ نہیں ہے بلکہ اپنے ضرورت کے تکمیل کے سبب وہ اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال کر وہاں جارہا ہے، خاص کر امدادی کیمپوں کے کارکن جو مریضوں کی مدد کیلئے ایثار سے کام لے کر اس علاقے میں داخل ہوں تو وہ عند اللہ ماجور بھی ہوں گے۔

لہذاامام غزالیؒ نے بھی اس مقصد سے اس علاقے میں آنے کو مستحب قرار دیاہے اور فرماتے ہیں کہ:

لا ينهى عن الدخول لانه تعرض لضرر موهوم على رجاء دفع ضرر عن بقية المسلمين۔[22]

ترجمہ: طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیاجائے گا کہ یہ عام مسلمان جس ضرر میں مبتلاہیں ان کو بچانے کی امید پر اپنے لئے ایک موہوم نقصان کے خطرہ کو گوارا کرنا ہے۔

وبازدہ علاقے میں آمدورفت پر پابندی:

کسی بھی مہلک یامتعدی مرض مثلا جذام، طاعون یاموجودہ دور کاایڈز، یاکروناوغیرہ کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقے کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت کی پابندی لگتی ہے توشرعاً ایسی پابندی واجب الاطاعت ہے۔کتابوں میں جس طرح کی تفصیل ملتی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ شریعت نے آمدورفت سے جو منع کیاہے اس کے دو مقاصد ہوسکتے ہیں۔پہلا یہکہ اس سے عام انسانوں کے ضرر میں مبتلا ہونے کااندیشہ ہوسکتاہے، اور دوسرا یہ کہ اس سے اعتقاد پر ضرب پڑسکتی ہے۔ان دونوں باتوں کے پیش نظر شریعت نے وہاں کی آمدورفت سے منع کیاہے۔لہذا اگر کہیں حکومت وباءزدہ علاقے میں آمدورفت پر پابندی لگاتی ہے اور اس کا مقصد لوگوں کی حفاظت اور اس ضرر کے پھیلنے سے بچاناہو تو یہ پابندی درست ہوگی۔کیونکہ پابندی خواہ اعتقاد کی خرابی کے اندیشہ پر مبنی ہویاضرر پر، خود ایک درجہ میں آپ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہے کہ:

اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلاتخرجوا فراراً منه يعني الطّاعون۔[23]

ترجمہ: جب تم کسی علاقے میں طاعون کے متعلق سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر کسی علاقے میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس سے فرار کرکے وہاں سے مت نکلو۔

جب اسباب کے درجہ میں ان امراض کا متعدی ہوناثابت ہے توصحت عامہ کی حفاظت کے لئے اس قسم کی تدابیر از قبیل واجبات ہیں۔گو شارحین کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت واجب کے درجہ میں ہے یایہ ممانعت تنزیہی ہے ؟اگر اس ممانعت کو حرمت کا درجہ حاصل ہو تو ایسی صورت میں پابندی صرف حکومت کی طرف سے نہ ہوگی بلکہ شریعت کی طرف سے بھی ہوگی، اور اگر اس ممانعت کو حرمت کادرجہ حاصل نہ ہو، جیسے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:

وهذا المنع ليس في درجة الواجب۔[24]

ترجمہ: یہ ممانعت واجب کے درجہ میں نہیں ہے۔

لہذا یہی بات اس اصول سے ہم آہنگ بھی ہے کہ جہاں ممانعت کسی شرعی قباحت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ طبی اور طبعی مصلحت کے تحت ہو جس کو اصولیین ''نہی ارشاد'' کہتے ہیں وہاں حرمت متصور نہیں ہوتی، لیکن چونکہ یہاں اس وبازدہ کے فعل سے عمومی صحت و بیماری متعلق ہوگئی ہے اور حکومت کو مفاد عامہ کی رعایت کرتے ہوئے بعض خصوصی پابندیاں عائد کرنے کا حق حاصل

ہے۔ جیسے فقہاء نے بڑھتے ہوئے گراں فروشی کے رجحان کو روکنے کے لئے "تسعیر" یعنی نرخ متعین کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے یہاں بھی صحت عامہ کی حفاظت کے لئے حکومت اس طرح کی پابندیاں عائد کرسکتی ہیں اور کرنا بھی چاہئے تاکہ مفاد عامہ کا رعایت رکھا جاسکے۔ رہی ایڈز کے متعلق بات، تو ایڈز کی حیثیت طاعون یا دوسرے عمومی وباء کی طرح نہیں ہے کہ اس مقام کے رہنے والوں کو اس مقام سے باہر جانا اور باہر والوں کے لئے اس مقام میں داخل ہونا ممنوع قرار دیا جائے بلکہ طبی معلومات کے مطابق خود بخود یہ مرض دوسرے کے اندر منتقل نہیں ہوتا بلکہ خاص وجوہات کی بناء پر منتقل ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے مقامات کے اندر لوگوں کے داخلہ پر پابندی عائد کرنا شرعاً درست نہیں ہے، البتہ طبی تدابیر اور احتیاط کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس علاقے کے دوسرے مقامات پر گئے ہوتے ہیں وہ داخل ہوسکتے ہیں اور وہاں کے لوگ بھی دوسری جگہ منتقل ہوسکتے ہیں لہٰذا طاعون اور کرونا کا حکم اس سے جداگانہ ہے۔

مریض کا اپنا متعدی و مہلک مرض کو چھپانا:

سب سے پہلے یہ عرض کردینا زیادہ اہم ہوگا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انسان کا صحت اور بیماری دونوں سے سامنا کیا ہے اور صحت مند و تندرست اور بیمار و علیل رہنا اللہ تعالیٰ ہی کے مرضی سے ہوتا ہے اس لئے کسی بھی مرض کے بارے میں ایسا خیال اور عقیدہ رکھنا (کہ وہ دوسرے تک متعدی ہوتا ہے) قطعاً درست نہیں ہے۔ اگر واقعتاً امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہوتی تو آپ ﷺ خود دنیا کی بھلائی و ہمدردی کے لئے مبعوث ہوئے تھے ضرور اس سے بچنے کی رہنمائی فرماتے یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اس طرح کے فاسد نظریات کی بھرپور تردید فرمائی ہے، جیسے کہ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ لاعدوی ولا طیرۃ۔[25]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ امراض کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی یا بدفالی و نحوست کوئی چیز نہیں۔

البتہ کسی مرض کے متعلق رضا الہٰی یہی ہو کہ اس میں اس بات کی صلاحیت پائی جائے کہ وہ دوسرے تک متعدی ہو جائے تو اس بارے میں اس سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور آزمائش ہے لہٰذا اس اعتبار سے یقیناً کچھ ایسے امراض ہیں جیسے موجودہ دور کا وبا کرونا، ایڈز، طاعون، برص اور جذام وغیرہ باقی واللہ اعلم۔ یہ امراض ایک انسان کیلئے مہلک، خطرناک وضرر رساں اذیت ہے اور صاحب مرض اس بات کو جانتا بھی ہے کہ یہ مرض دوسروں کیلئے بھی زہر قاتل بن جاتا ہے تو اس صاحب مرض کا خود ذاتی فریضہ ہوگا کہ اپنے خاندان والوں اور گھر کے تمام افراد کو اس بابت صرف اطلاع ہی نہیں دے بلکہ اس سے بچنے کی تلقین بھی کرے، ورنہ وہ دوسروں کی اذیت رسانی کا باعث قرار پائے گا جو قطعی حرام اور بالاتفاق واجب الاحتراز ہے۔ ان امراض میں کچھ وہ ہیں جن کے جراثیم آپس کے اختلاط اور نشست و برخاست سے پھیلتے ہیں جیسے طاعون، برص اور جذام وغیرہ، تو اس سلسلے میں وہی مذکورہ بالا بات ہے کہ اس کو چھپانا نہ چاہیے ورنہ وہ دوسروں کی اذیت رسانی کا باعث قرار پائے گا جو قطعی حرام اور بالاتفاق

واجب الاحتراز ہے۔ رہا ایڈز کا مرض وہ دیگر بیماریوں سے مختلف نوعیت کا ہے، ایڈز کا مرض اس طرح آپس کے اختلاط اور نشست وبرخاست سے نہیں پھیلتا بلکہ ایڈز کے مریض کے خون چھونے یا جنسی عمل سے پھیلتا ہے۔ اس لئے ایڈز کا مریض اپنے مرض کو اپنے گھر والوں اور متعلقین سے چھپا کر رکھنا چاہے تو جائز ہونا چاہیئے۔ البتہ بیوی یا شوہر کو خبر دار کرنا ضروری ہے کیونکہ نہ بتلانے کی صورت میں جنسی عمل سے مرض کے دوسرے تک منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ بیوی یا شوہر کے علاوہ دوسرے لوگوں تک اس مرض کے متعدی ہونے کا اندیشہ نادر ہے، اس لئے معاشرہ اور سماج میں اچھوت بن جانے کے خوف سے اس مرض کو اپنے گھر والوں اور دیگر متعلقین سے چھپا سکتا ہے، کیونکہ ایسا مریض اگر اپنا یہ مرض اپنے گھر یا باہر کے لوگوں پر ظاہر کر دے تو لوگ نہ مریض کی دیکھ بھال کریں گے اور نہ ہی اپنے قریب آنے دیں گے، اس طرح مریض کا جینا دوبھر ہو جائے گا، ایسے حالت میں مرض کا اخفاء اس مریض کا شخصی حق ہے اور اگر اخفاء سے کسی کو کوئی ضرر بھی نہیں پہنچتا تو یہ شرعاً کوئی جرم بھی نہیں ہے۔ البتہ مریض پر ضروری ہے کہ وہ اپنے طور پر ہر ایسی حرکت سے احتیاط کرے جس سے ایڈز کا مرض دوسرے کو منتقل ہوتا ہو، مثلاً شادی کرنا یا کسی کو خون دینا وغیرہ۔

خلاصہ بحث:

کرونا اور اس جیسے دیگر متعدی و مہلک امراض سے متعلق مستند معالجین کی جانب سے وقتاً فوقتاً جاری ہونے والے ہدایات اور شریعت کے دائرے میں جواز پر مبنی احکامات پر کماحقہ عمل کریں تاکہ وباء مزید نہ پھیلنے پائے۔

کرونا اور دیگر متعدی امراض میں مبتلا شخص کا اپنے مرض کو کسی صحت مند اور تندرست شخص کی طرف عمداً منتقل کرنا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس طرح کے عمل کا ارتکاب کرنے والا شخص اس عمل کی نوعیت اور اس کے فرد یا معاشرہ پر مذموم اثرات پڑنے کے حساب سے دنیوی سزا کا مستحق ہوگا۔ نیز اگر کسی شخص سے ذاتی عداوت کی بناء پر اس مریض نے اس مرض کو دوسرے شخص کی طرف منتقل کیا اور وہ اس مرض میں مبتلا ہو گیا لیکن اس کی موت نہیں ہوئی، تو منتقل کرنے والے شخص کو حاکم وقت مناسب تعزیر کرنے کا مجاز ہے اور موت کے واقع ہونے کی صورت میں حاکم وقت سیاسۃً قتل اور دوسری سزاؤں پر غور کرنے کا مجاز ہے۔

اگر مریض اپنے مرض کو اپنے گھر والوں اور متعلقین سے چھپا کر رکھنا چاہے تو جائز ہونا چاہیئے اور اگر اخفاء سے کسی کو کوئی ضرر بھی نہیں پہنچتا تو یہ شرعاً کوئی جرم بھی نہیں ہے۔ البتہ مریض پر ضروری ہے کہ وہ اپنے طور پر ہر ایسی حرکت سے احتیاط کرے جس سے مرض دوسرے کو منتقل ہوتا ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسا عمل ناگزیر ہی ہو جائے اور کوئی حکمت عملی اس عمل سے اسے باز نہ رکھے تو اس وقت ضروری ہے کہ وہ اپنے مرض سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دے تاکہ لوگ اسے اس کام کیلئے مجبور نہ کریں۔ مریض، اس کے گھر والے، متعلقین اور اس کے معالج / ڈاکٹر سمیت سب کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس کے مرض سے دوسروں کو آگاہ کر دے، کیونکہ اس صورت میں پردہ داری بے شمار لوگوں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص کی پردہ داری اور خیر خواہی سے دوسرے کئی لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو، تو یہ کوئی دانشمندی اور خیر خواہی نہ ہوگی، بلکہ خیر خواہی میں فرد پر جماعت کو فوقیت حاصل ہے۔

حوالہ جات

[1] البخاری، امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، 1357ھ، باب لا عدوی، ج2، ص859

[2] ابن قدامہ، ابی محمدعبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، دار عالم الکتب، ریاض سعودیہ، 1997ء، ج8، ص212

[3] ایضاً، ج8، ص212

[4] ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، 1996ء، ج9، ص148

[5] الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر، ہدایہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، 1996، ج4، ص558

[6] سکروڈی، مولانا جمیل احمد، اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ، مکتبہ شرکت علمیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان، س ن

[7] الکاسانی الحنفی، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ دار الحدیث، القاہرہ، 1426ھ، ج7، ص225

[8] اللبنانی، سلیم رستم باز، شرح مجلۃ الاحکام، مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ، س ن، ص60

[9] مصری الحنفی، علامہ زین الدین ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 1428ھ، ج1، ص46

[10] اودی، سراج الدین، فتاوی سراجیہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن، ص143

[11] العلامہ الشیخ نظام وجماعہ من العلماء الہند، فتاویٰ ہندیہ (فتاویٰ عالمگیری)، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، 1983ء، ج6، ص41

[12] ایضاً، ج6، ص41

[13] ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، ج9، ص243

[14] الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر، ہدایہ، ج4، ص599

[15] ابن عابدین، شیخ محمد امین، رد المحتار، دار الکتب العربیہ الکبری، مصر، س ن، ج10، ص268

[16] رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز، کراچی، 2006ء، ج5، ص32

[17] النووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف، المنہاج فی شرح المسلم بن الحجاج الشہیر بالشرح نووی علی مسلم، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، 1996ء، ج2، ص228

[18] ایضاً، ج2، ص229

[19] غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین (کتاب التوحید والتوکل)، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن، ج4، ص388

[20] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، 1996ء، ج1، ص599

[21] العسقلانی، حافظ احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح للبخاری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، 1997ء، ج10، ص188

[22] غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، 1429ھ، ج4، ص388

[23] السجستانی، ابوداؤد سلیمان ابن اشعث، سنن ابی داؤد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1999ء، باب الخروج من الطاعون، ج2، ص90

[24] العسقلانی، حافظ احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح للبخاری، ج10، ص178

[25] البخاری، امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب لا عدوی، ج2، ص859